تعارف وتبصرہ

قرآنی مقالات (ماہنامہ الاصلاح کے منتخب قرآنی مضامین)

ترتیب وپیشکش: ادارہ علوم القرآن، پوسٹ بکس ۹۹، سرسید نگر، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲

سنہ اشاعت: ۱۹۹۱ء، صفحات ۳۲۰

قیمت عام ایڈیشن -/۶۰، لائبریری ایڈیشن -/۸۵

نصف صدی پیشتر دائرہ حمیدیہ مدرستہ الاصلاح سرائے میر، اعظم گڑھ کے ترجمان کی حیثیت سے "الاصلاح" نامی ایک مؤقر رسالہ مولانا امین احسن اصلاحی کی ادارت میں جاری ہوا تھا، جس میں مختلف علمی و دینی موضوعات کے علاوہ قرآنیات پر بالخصوص بہت وقیع اور تحقیقی مضامین شائع ہوا کرتے تھے، جو مدرستہ الاصلاح کا بھی نشانِ امتیاز ہے، بدقسمتی سے یہ رسالہ صرف چار سال ہی جاری رہ سکا، مگر اس مختصر مدت میں بھی اس نے علمی حلقوں میں اپنا ایک مخصوص مقام بنا لیا تھا، اب اس رسالہ کی فائلیں نوادرات کا درجہ رکھتی ہیں۔

ادارہ علوم القرآن نے اس رسالہ میں شائع ہونے والے قرآنی مضامین کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر ان کا ایک منتخب مجموعہ شائع کر کے علوم قرآن کے شائقین کی ایک بڑی خواہش کی تکمیل کی ہے۔ جس کے لئے وہ مبارکباد کا مستحق ہے۔ اس مجموعہ میں ۲۶ مضامین شامل ہیں جو اصول تفسیر، تفسیر و تاویل، تحقیقاتِ قرآنی اقسام القرآن اور تعلیماتِ قرآنی جیسے عناوین کے تحت جمع کئے گئے ہیں۔ ان مقالات

کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ فراہی مکتبۂ فکر کے نامور اہلِ قلم کے ہاتھوں سے لکھے گئے ہیں، ہر مقالہ کسی خاص موضوع کی تشریح وتوضیح پر مشتمل ہے اور علم و تحقیق کے اعلیٰ معیار پر پورا اترتا ہے۔

اس مجموعے کا آغاز صدر ادارہ علوم القرآن ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی کے پیش لفظ سے ہوا ہے، جس میں نہایت اختصار کے ساتھ مجموعہ کا تعارف کرایا گیا ہے، مقالات کا سلسلہ "اصول تفسیر" سے شروع ہوتا ہے، اس باب میں "ترتیب ونظام قرآن"، "خیالات اثنار ترجمہ قرآن" اور "نظم قرآن" کے موضوع پر تین مقالات رکھے گئے ہیں، اول الذکر دو مقالات استاذ امام فراہیؒ کے قلم سے ہیں، اور تیسرا مقالہ ان کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحی کا ہے، مضمون "ترتیب ونظام قرآن" مولانا فراہیؒ کی ایک ناتمام تحریر ہے جو ان کے انتقال کے بعد مسودات میں ملی، اور "الاصلاح" کے پہلے ہی شمارے میں "بطور تبرک" شائع کر دی گئی، اس مضمون میں مولانا نے "اسالیبِ قرآن" کے موضوع پر بحث کی ہے، اور اس کو صحیح طور سے سمجھنے کے لئے کلام عرب اور اس کے ماحول و معاشرت کو سمجھنے پر زور دیا ہے، نظم قرآن اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اسے نظر انداز کرکے کلام الٰہی کے صحیح مفہوم کا ادراک ممکن نہیں "خیالات اثنار ترجمہ قرآن" دراصل ان تجربات کا نچوڑ ہے جو مولانا کو ترجمۂ قرآن کے دوران حاصل ہوئے۔ واضح رہے کہ مولانا فراہی کا بیشتر تحریری سرمایہ عربی زبان میں ہے، بظاہر ترجمہ قرآن ان کے دائرہ عمل سے خارج تھا، مگر بطورِ نمونہ انھوں نے قرآن مجید کی آخری چالیس سورتوں کا اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ جو ۱۹۷۲ء میں ایک بار مکتبہ الحسنات، رام پور سے شائع ہوا تھا، اب دوبارہ دائرۂ حمیدیہ نے بہت سلیقہ سے چھاپا ہے، اس مضمون میں مولانا نے ترجمہ کی مشکلات نزاکتیں، تقاضے اور شرائط بیان کی ہیں۔ آخر میں مولانا اختر احسن اصلاحی کے قلم سے ایک مختصر نوٹ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اپنے ترجمہ میں مولانا نے اس مقالہ میں بیان کردہ اصولوں کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے، مولانا کی یہ دونوں تحریریں اردو میں ہیں اور ناتمام ہیں، اس لئے ان میں بعض مقامات پر تشنگی محسوس ہوتی ہے، "نظم قرآن" فراہی

مکتبہ فکر کا سب سے اہم اصول ہے، اس فکر کے سب سے بڑے ترجمان اور شارح مولانا امین احسن اصلاحی نے ۱۲ صفحات میں وضاحت کی ہے۔

"تفسیر و تاویل" کے تحت ایسی آیات جن کا مفہوم متعین کرنے میں مفسرین کو دشواریاں پیش آئی ہیں، فراہی نقطۂ نظر کے مطابق ان کی توضیح و تفسیر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، پہلا مضمون سورہ بقرہ کی آیت حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی (بقرہ: ۲۳۸) کی تفسیر مولانا اختر احسن اصلاحیؒ کے قلم سے ہے، اس آیت کی تفسیر میں متعدد رائیں پائی جاتی ہیں۔ مقالہ نگار کا احساس یہ ہے کہ اس اختلاف رای کا اصل سبب یہ ہے کہ نظم کلام کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی ہے۔ پھر خود مولانا نے سیاق وسباق کی روشنی میں اس آیت پر نظر ڈالی ہے جس سے مفہوم آئینہ ہو کر سامنے آجاتا ہے اور کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ اس کے بعد دو مضامین "مصدقا لما بین یدیہ" اور "واخر متشابہات" کے عنوان سے مولانا بدرالدین اصلاحی نے لکھے ہیں، ایک مضمون میں مولانا نے اس عام خیال کی تردید کی ہے کہ "مصدقا لما بین یدیہ" کا مطلب یہ ہے کہ "قرآن سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے" پھر قرآنی نظائر اور تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن بجائے خود اگلی کتابوں کی پیشین گوئیوں کے مصداق ہے، نہ کہ وہ اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا، یہ آیت دراصل دعوئ نبوت پر ایک اہم دلیل ہے، اس سے نبوت کا اثبات مقصود ہے، یہود کی محرف کتابوں کی تصدیق و شہادت مطلوب نہیں۔ سورہ آل عمران کی ساتویں آیت محکم و متشابہ آیات کا ذکر ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس سلسلے میں کوئی ایک درجن اقوال پائے جاتے ہیں۔ فاضل مضمون نگار کثرتِ اختلاف کا تجزیہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ آیاتِ محکمات سے مراد "وہ آیتیں ہیں جو فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہیں، اور جن کی ہمیشہ سے تمام آسمانی صحیفے تعلیم دیتے چلے آئے ہیں، ان میں کسی پہلو سے ابہام کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا ہے، اور آیات متشابہات سے وہ آیتیں مراد ہیں جن کا بقدرِ ضرورت مفہوم تو واضح ہو لیکن ان کی

اصل حقیقت کا احاطہ انسانی عقل کی گرفت سے باہر ہو، مثلاً قیامت کے احوال، عالمِ غیب کے امور وغیرہ ، مولانا نے ان خیالات کی تردید کی ہے کہ قرآن مجید میں ایسی آیات بھی ہیں جن کے ظاہری معانی کا علم بھی ممکن نہیں۔ نیز یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے کہ "راسخین فی العلم" کو آیات متشابہات کا علم حاصل ہوتا ہے۔ سورہ حج کی آیت "وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته الایة (الحج ۵۲) کی تفسیر بھی ایک غلط روایت کی وجہ سے دشوار ہو گئی ہے، قدیم مفسرین نے بالعموم اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے کہ شیطان نے بعض مشرکانہ کلمات بھی جزو قرآن کی حیثیت سے دہرا دئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ کی۔ امام رازی اور شیخ محمد عبدہ نے اس خیال کی مدلل تردید کی ہے، اور ایک نئی تاویل پیش کی ہے۔ مولانا فراہیؒ نے قدیم مفسرین کے ساتھ ساتھ امام رازی و عبدہ کی تاویلوں کی تردید کر کے ایک بالکل انوکھی اور دل لگتی تفسیر کی ہے، جو محض چند سطروں میں ان کے "قرآنی حواشی" میں موجود ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے انہی حواشی کی روشنی میں ۱۶ صفحات کا یہ طویل مضمون قلمبند کیا ہے۔ مولانا کی تاویل کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت زیر بحث میں "صیغۂ تمنی" تلاوت کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اپنے معروف لغوی معنی خواہش وارادہ کے مفہوم ہی میں وارد ہوا ہے، شیاطین سے دشمنانِ اسلام اور نسخ سے ازالہ مراد ہے۔ اور یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے نہیں بلکہ معترضین کے جواب میں نازل ہوئی ہے۔ مولانا کے نزدیک پورے سلسلہ آیات کا مفہوم یہ ہے کہ" خدا نے آپ سے قبل جتنے انبیاء بھیجے جب انھوں نے دعوتِ حق کی صدا بلند کی تو شیاطین یعنی قوم کے سرداروں نے اس حق کے اندر باطل ملانا شروع کر دیا، تاکہ عام لوگوں کو اسی باطل کے ذریعہ ان سے برگشتہ کر سکیں۔ چنانچہ علماء یہود اور زعماء مشرکین کا یہی طریقہ رہا ہے۔ اہل کتاب اور مشرکین کی بدعات اور افترا پردازیوں کا قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ذکر آیا ہے۔ اب جب قرآن نازل ہوا تو اس نے یہ بدعتیں منسوخ کر کے اگلے انبیاء کی اصل تعلیمات ظاہر کر دیں۔ سورہ فرقان کی آیت ہے" والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا۔۔۔

......"واجعلنا للمتقین اماما" کے سلسلہ میں ایک اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ انسان کے لئے سیادت وقیادت کی تمنا کرنا کیوں کر مناسب ہو سکتا ہے۔ اس آیت سے متعلق مضمون میں مولانا امین احسن اصلاحی نے اسی اشکال کا تسلی بخش جواب دیا ہے۔ مولانا کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت میں امام بنائے جانے کی خواہش کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قوم کی قیادت اور سرزمین کی خلافت عطا فرما، بلکہ اس سے مراد وہ سیادت وقیادت ہے جو بالفعل ہر صاحبِ کنبہ کو حاصل ہوتی ہے، اور جس کی طرف مشہور حدیث 'کلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیتہ' میں اشارہ ہے دعا کا حاصل یہ ہے کہ "اے رب ہم کو ہمارے اہل وعیال کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب کر، ان کے اعمال واخلاق تیری پسند اور ہماری تمناؤں کے مطابق ہوں، اور ہم اس دنیا میں صالحین ومتقین کے سربراہ ہوں اور آخرت میں بھی صالحین ومتقین کے سربراہ کی حیثیت سے اٹھیں، فساق وفجار کے امام کی حیثیت سے نہ اٹھیں" سلسلۂ تفسیر وتاویل کے آخری دو مضامین مولانا عبدالاحد اصلاحیؒ کے ہیں، ایک مضمون آیت 'وانہ لعلم للساعۃ' (زخرف: ۶۱) کی تاویل پر مشتمل ہے، یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کے تذکرہ میں آئی ہے۔ عام طور سے مفسرین نے علامت قیامت والی روایت کی بنیاد پر 'انہ' میں ہ کا مرجع حضرت عیسیٰؑ کو مانا ہے اور 'علم' سے شرط قیامت مراد لیا ہے، اس تاویل کے مطابق یہ آیت ظہور قیامت کے آثار پر دلالت کرتی ہے، جب کہ فاضل مضمون نگار کا خیال ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ کی سابقہ زندگی مراد ہے، نہ کہ اگلی زندگی، اور اس میں ان کی خارق عادت پیدائش، ان کے معجزات، اور اعمال نبوت کی طرف اشارہ ہے، منکرین مردوں کا جی اٹھنا اس عالم اسباب کے عام قانون کے خلاف سمجھتے تھے، یہ آیت دراصل اسی شبہ کے جواب میں نازل ہوئی ہے کہ خود حضرت عیسیٰ کی خرق عادت پیدائش اور ان کی معجزانہ زندگی ہی اس شبہ کے ازالہ کے لئے کافی ہے۔ دوسرا مقالہ سورہ فتح کی ابتدائی آیات کے نظم اور بعض الفاظ کے مفہوم کی تعیین کے سلسلہ میں پیدا ہونے والے بعض اشکالات کے جواب میں سپرد قلم

کیا گیا ہے۔

تحقیقاتِ قرآنی کے باب میں ۹ مقالات میں، اس میں چار مقالے مولانا ابواللیث اصلاحیؒ کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہیں، قرآن مجید میں حضرات انبیاء کرام کے ناموں کی جو ترتیب ہے، اس پر معاندین اسلام نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ ترتیب تاریخی اعتبار سے درست نہیں ہے، اور پھر انبیاء کرام کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے جتنے نام قرآن میں مذکور ہیں، اسی طرح ان کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ چند انبیاء کرام کے قصے قرآن میں بار بار آئے ہیں؟ یہ تکرار محض کسی بھی معیاری کتاب کے لئے بہت بڑا عیب ہے۔ مولانا نے دو الگ الگ مقالات میں ان اعتراضات کا تسلی بخش جواب دیا ہے۔ مولانا ابواللیث کا تیسرا مقالہ سورہ ہود کے تعلق سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک "شیبتنی هود واخواتها"، کی تشریح وتاویل پر مشتمل ہے، اس فرمان مبارک کی سورہ کے مضامین کی روشنی میں مختلف توجیہیں کی گئی ہیں۔ مولانا نے اس سلسلہ میں قدیم مفسرین بالخصوص امام رازیؒ، امام غزالیؒ اور امام فراہیؒ کے اقوال کا تقابلی مطالعہ کیا ہے اور دلائل کی روشنی میں آخرالذکر اس رای کو ترجیح دی ہے کہ "اس سے مراد سورہ کی وہ آیات ہیں، جن میں مسلمانوں کے اندر اگلے دنوں میں پیدا ہونے والی خرابیوں کی طرف اشارہ ہے۔" نجات کا قرآنی تصور" مولانا اختر احسن اصلاحیؒ کے مقالہ کا عنوان ہے۔ جس میں غلام احمد پرویز کی اس نکتہ آفرینی کا تجزیہ کیا گیا ہے کہ قرآن کی رو سے دارالآخرہ میں جنت اور جہنم محض دو ٹھکانے ہیں، اور پہلے دن جس کے جہاں جانے کا فیصلہ ہو جائے گا وہ ہمیشہ اسی مقام پر پڑا رہے گا۔ مولانا نے متعدد قرآنی آیات اور صحیح احادیث کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ اگرچہ مقامات دو ہی ہیں مگر جہنم میں جانے والا ہر شخص ہمیشہ وہیں نہیں رہے گا، بلکہ مسلمانوں میں جو لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے اپنے حصے کی سزا پوری کرکے پھر جنت میں پہنچا دئے جائیں گے۔ اس ضمن میں مولانا نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ روز جزا چوں کا ٹھکانہ جنت ہوگا جب کہ غلام احمد پرویز کو اس سے اتفاق نہیں ہے۔

اس باب کے آغاز میں دو مضامین بڑے اچھوتے موضوعات پر ہیں، مولانا امین احسن اصلاحی نے "اسماء سور" پر لکھا ہے اور مولانا بدرالدین اصلاحیؒ نے "حروف مقطعات" کی تحقیق کی ہے، مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اسمار سورسے متعلق مولانا فراہیؒ کے بیان کردہ چند نکات کی تشریح کی ہے۔ مثلاً سورتوں کے نام مضامین سورہ کی رعایت سے نہیں رکھے گئے ہیں بلکہ محض پہچاننے کے لئے کسی نئے یا نادر لفظ کو نام قرار دے دیا گیا ہے۔ عربوں کے یہاں نام رکھنے کا یہی طریقہ بھی تھا۔ مولانا بدرالدین اصلاحی" نے "حروف مقطعات" کے بارہ میں لکھا ہے کہ یہ سورتوں کے نام ہیں اور سورہ کے مضامین سے گہری مناسبت رکھتے ہیں، نیز کہ یہ حروف اپنے معنی کی حقیقی شکلوں کی مناسبت سے ڈھالے گئے ہیں۔ مثلاً "ط" کے معنی سانپ اور "ن" کے معنی مچھلی کے ہیں۔ بظاہر یہ دونوں حروف مچھلی اور سانپ کی ہی شکل پر ڈھلے ہوئے ہیں۔

یہ مضامین اپنے موضوع بحث کی اہمیت کے لحاظ سے کسی قدر مزید تفصیل کے طالب ہیں۔ ان نئی توجیہات کی روشنی میں جو اشکالات پیدا ہوتے ہیں، انکی طرف بھی توجہ کی ضرورت تھی۔ مثلاً یہ نام توقیفی ہیں یا بعد میں رکھے گئے، ایک ہی سورہ کے متعدد نام پائے جانے کی کیا وجہ ہے، اگلے ہی مضمون میں حروف مقطعات کے بارہ میں یہ استدلال کیا گیا ہے کہ سورتوں کے نام میں معنوی مناسبت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض اور سوالات مزید تفصیل وتشریح کے طالب ہیں۔ مثلاً:-

- ط اور ن دو حروف کی شکل و معنی میں مناسبت کی وجہ سے تمام حروف مقطعات کو اسی پر قیاس کیا گیا ہے، جب کہ ان حروف کی مجموعی تعداد تیس[۳۰] ہے، اگر تکررات کو نکال دیا جائے تو بھی چودہ بچتے ہیں، اور اس میں المص، حمعسق اور کہیعص جیسے الفاظ شامل ہیں جب تک مزید حروف کی مناسب توجیہہ نہ کرلی جائے اس قسم کا استدلال غالباً مناسب نہ ہو
- حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہما السلام کے واقعات دوسری سورتوں میں بھی آئے بلکہ کسی قدر زیادہ تفصیل سے آئے ہیں، ان کے لئے یہ نام زیادہ موزوں تھا۔ اعراف: ۱۰۳-۱۵۷، قصص: ۳-۵۰، صافات: ۱۳۹-۱۴۸۔

- ان حروف کا ترجمہ نہیں کیا جاتا، مضمون نگار کا کہنا ہے کہ تمام حروف بامعنی ہیں اور عرب ان کا مفہوم سمجھتے رہے ہیں، مگر ان معانی تک رسائی کی کوئی تدبیر نہیں بتائی گئی۔ اور نہ ہی کسی کا ترجمہ کیا گیا ہے۔
- "حروف مقطعات" کو علماء نے اسرار قرآن میں شمار کیا ہے۔ اس موضوع پر متعدد وقیع کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، تاہم اس کے سلسلے میں اٹھنے والے اشکالات اپنی جگہ پر باقی ہیں۔ یہ مضمون کچھ نئے گوشوں کی طرف رہنمائی ضرور کرتا اور کچھ نئے امکانات کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن دل و دماغ کی تسلی کا پورا سامان نہیں فراہم کرتا۔

اس باب میں مولانا بدرالدین اصلاحی ہی کا مضمون "لفظ آلا، کی تحقیق" بہت وقیع ہے، اس میں عام ترجموں کے برعکس آلا کا ترجمہ "کرشمات" کیا گیا ہے، یہ سورہ کے سیاق و سباق سے قریب تر ہے اور اس کے مفہوم میں "نعمت" سے زیادہ وسعت ہے۔

اقسام قرآن کے باب میں پہلا مضمون اسی عنوان سے حافظ عبدالاحد اصلاحی کا ہے جس میں قرآنی قسموں کی حقیقت، ان کی تاریخ اور اقسام نیز ان کی تعبیر و تشریح میں مفسرین کو جو الجھنیں پیش آتی ہیں ان کا ازالہ کیا گیا ہے، یہ مضمون دراصل مولانا فراہیؒ کی کتاب "امعان فی اقسام القرآن" کی کامیاب تلخیص ہے، اس کے بعد تین مضامین مولانا داؤد اکبر اصلاحیؒ کے ہیں، تینوں مضامین ایسی آیات کی تشریح پر مشتمل ہیں جن کے مقسم بہ یا مقسم علیہ کی تعیین میں مفسرین کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ مثلاً "والنجم اذا ھوٰی" کے سلسلہ میں قدماء کی پانچ رائیں نقل کی ہیں، اور دلائل کی روشنی میں اس رائے کو ترجیح دی ہے کہ اس سے عام ستارے مراد ہیں، اسی طرح "لا اقسم بھٰذا البلد، ووالد وما ولد" کی تفسیر میں یہ ثابت کیا ہے کہ بلد سے شہر مکہ اور ووالد وما ولد سے عام اولاد آدم بالخصوص بنی اسماعیل مراد ہیں۔ اس کے علاوہ جو اقوال پائے جاتے ہیں، بظاہر دلائل ان کا ساتھ نہیں دیتے۔ آیت "والعادیات ضبحا"

کے سلسلے میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے کہ گھوڑے مراد ہیں یا اونٹ، مولانا نے گھوڑے والی تاویل کو صحیح قرار دیا ہے اور دوسری تاویل کے ضعف کو دلائل سے واضح کیا ہے۔

کتاب کا آخری باب تعلیماتِ قرآنی کے عنوان سے ہے، اس سلسلۂ مضامین میں "مومن قرآن کے آئینہ میں"، "تقویٰ" اور "خلوص" تین مضامین شامل ہیں۔ تمام مضامین مولانا داؤد اکبر اصلاحی کے قلم سے ہیں اور طبع زاد ہیں۔ ان مضامین میں مومن کو قرآن کے آئینہ میں اس کی حقیقی شکل دکھانے کی کوشش کی گئی ہے، بندہ مومن سے اللہ تعالیٰ جس قسم کے تقویٰ اور اخلاص کا مطالبہ کرتا ہے، اس کی بھی بہت ہی اچھے اور اچھوتے اسلوب میں وضاحت کی گئی ہے۔

مجموعی اعتبار سے یہ مجموعہ مقالات قرآنیات سے دلچسپی رکھنے والوں بالخصوص وابستگانِ فکر فراہی کے لئے ایک حسین تحفہ ہے۔ ادارہ علوم القرآن کے ذمہ داروں نے اس کا انتخاب اور تحقیق وتہذیب بڑے سلیقے سے کیا ہے، چند ایک مقامات مزید توجہ کے طالب ہیں اگر اگلے ایڈیشن میں یہ کام بھی ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ مثلاً کچھ مقامات پر بہت ضروری حوالے چھوٹ گئے ہیں (ص ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۸۸، ۲۳۲) بعض مقامات پر احادیث کا حوالہ تفسیر کی کتابوں سے دیا گیا ہے (ص ۱۹۴) بعض جگہوں پر جلد وصفحات کی نشاندہی نہیں ہو سکی ہے ۹، ۲۷، ۲۰۹، یہ خامیاں دور ہونی چاہئیں۔ مضامین کی ترتیب پر بھی نظر ثانی کی ضرورت ہے، اقسام القرآن کے بعد والے تینوں مضامین "تفسیر وتاویل" کے تحت آنے چاہئے تھے کیونکہ بظاہر یہ آیات تفسیر وتاویل پر مشتمل ہیں ورنہ پھر "حافظوا علی الصلوات" والے مضمون کو "اصول تفسیر" کا حصہ بننا چاہیئے تھا کیونکہ اس میں اصل بحث نظریہ نظم پر کی گئی ہے۔

(اشہد رفیق ندوی)